میری علالت اور قادیان سے غیر حاضری

قارئین الحکم کی توجہ کیلئے

"الحکم" کے ناظرین کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ میں ایک لمبے عرصے سے مرض ذیابیطس کا شکار ہوں۔ اس بیماری کی وجہ سے نہ صرف میرا جسم ہی کمزور ہو گیا ہے۔ بلکہ بعض دیگر عوارضات بھی رونما ہو گئے ہیں۔ جیسے دانتوں کا خراب ہونا۔ بینائی کا کم ہو جانا۔ خون کی اسقدر قلت ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خون رہا ہی نہیں۔ دن بھر میں کئی کئی دفعہ پاؤں اور پنڈلیاں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ اور گھنٹوں بے حس و حرکت پڑا رہتا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ بعض احباب کو خیال ہو کہ شاید میں اپنے علاج میں غفلت کرتا ہوں۔ مگر امر واقع یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی یونانی اور انگریزی دواؤں کے علاوہ انجیکشن بھی بکثرت کئے گئے ہیں۔ فائدہ بھی ہوتا ہے۔ مگر علاج کے سوا جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ میسر نہیں آتیں۔ میرے بعض کرمفرما ڈاکٹروں نے مجھے بارہا ہدایت کی۔ کہ تم ہر قسم کا کام چھوڑ دو۔ اور دماغی اور جسمانی آرام حاصل کرو۔ مگر ہندوستان کا اخبار نویس کچھ ایسا بدنصیب واقع ہوا ہے۔ کہ اس کے لئے راحت نصیب نہیں اس کی حالت ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

والی ہے۔ سب کچھ اُسے اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ وہ اخبار نویس بھی ہے۔ وہ پروف ریڈر بھی۔ وہ کلرک بھی ہے وہ منیجر بھی ہے۔ اور مزید براں بعض اوقات دفتری کا معین و مددگار بھی ہے۔ اس ساری محنت و جانفشانی کے بعد جب وہ اخبار تیار کر کے پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ سو اس کی کوئی قدر دانی نہیں۔

بلکہ خریدار صاحبان اس میں اپنا احسان سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس اخبار کو خرید کر اس کی عزت افزائی کی۔ اور اس عزت افزائی کی وجہ سے وہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ اخبار کی قیمت پیشگی ہی نہیں بلکہ دو دو۔ تین تین سال تک ادا نہ کریں۔ وہ یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ اخبار نویس کا فرض ہے۔ کہ وہ قرض دام لیکر ٹھیک تاریخ مقررہ پر اخبار خریداروں کو پہنچاتا رہے۔ اور قیمت کے لئے یہ یقین رکھے۔ کہ وہ ایک نہ ایک دن اسے ضرور مل کر رہیگی۔

اور

جب یہ کہا جائے۔ کہ اس طرح اخبار زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو بہت سے ظریف الطبع دوست کہدیتے ہیں۔ کہ اگر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو آپ کو کون مجبور کرتا ہے۔ کہ آپ اِسے جاری رکھیں۔

پس

ہمارے جیسے اخبار نویس کو ان تمام فرائض کے علاوہ ایک نازک فرض یہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہر ہفتہ اخبار کیلئے اخراجات مہیا کرنے کیلئے غیر معمولی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ اسطرح دماغی محنت کے ساتھ مطالبات کا سدّباب اور مصروفات کا انتظام ایک ایسی ذہنی اور قلبی سوزش پیدا کرتا ہے۔ کہ ایک تندرست آدمی چند دنوں میں ہی زندہ درگور ہو جاتا ہے۔ پھر مریض کا کیا حال!

پس

مجھے سب سے بڑی تکلیف یہ ہے۔ کہ راحت و آرام میسر نہیں۔ تفکرات میرے دل و دماغ پر مسلط ہیں۔ اور وہ لحظہ بلحظہ میری مرض میں اضافہ کرتے ہیں۔ اور یہ احساس فرض

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔

میری بیماری کو دور نہیں ہونے دیتا۔

اور اب یہ حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ میں کام کرنے کے قابل نہیں رہا۔ میں نے تو عزم کر لیا تھا۔ کہ میں "الحکم" کو زندہ رکھنے کی جدوجہد میں اس وقت تک کام کرتا جاؤنگا۔ جب تک کہ سانس کی آمد و رفت جاری ہے۔ مگر حضرت والد صاحب نے مجھے حکماً لکھا ہے۔ کہ

نفس کو نفس کا حق دو۔ ورنہ یہ امر خودکشی کا مترادف ہو گا۔

اسلئے تم فوراً میرے پاس آجاؤ۔ میں نے پہلے جدوجہد بھی ان کے حکم کی تعمیل میں شروع کی تھی۔ جب میں نے اُن کو "الحکم" کی مشکلات کے متعلق لکھا۔ تو انہوں نے لکھا کہ

"الحکم کو زندہ رکھنے کی جدوجہد میں یا ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

اور یا اسی میں جان دیدینگے۔"

یہ ایک پہاڑ سا عزم ہے۔ جسے گذشتہ چالیس سال کے حوادث نے متزلزل نہیں کیا۔ اور الحکم باوجود اس کے کہ لوگوں کی نگاہ میں بار بار مرا۔ مگر ہر دفعہ جب ابتلاء کی آندھی اور طوفان رکا۔ تو الحکم پہلے کی طرح استوار نظر آیا۔ اس فقرے نے مجھ بیمار پر بھی اپنا ویسا ہی اثر کیا۔ اور میں نے عزم کر لیا۔ کہ

میرے پاس سوائے اپنی بیمار جان کے کچھ نہیں۔ سو میں اسے اس عزم کی تکمیل میں صرف کر دونگا۔

چنانچہ بعض پرچے میں نے ایسے دقت اور ایسی حالت میں لکھے۔ جب کہ میں بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور لیٹ کر میں نے اپنے سینے پر کاغذ رکھ کر مضمون لکھا۔ ان نمبروں میں سے سیرت مسیح موعود نمبر بھی ایک نمبر ہے۔ اس حالت کا جو اثر پڑنا چاہیئے تھا۔ وہ یہ پڑا۔ کہ مجھے بعض اوقات اعصابی تشنجی تکلیف ہونے لگی۔ میں نے اس امر کی شکایت کبھی کسی سے نہ کی۔ اور میں اپنی اس حالت پر بھی راضی اور شاکر رہا۔ کہ کسی طرح حضرت والد صاحب قبلہ کو علم ہو گیا۔ جنہوں نے حکماً مجھے حیدر آباد آنے کے لئے لکھا۔ میں اب اس حکم کی تعمیل میں چند یوم تک حیدر آباد چلا جاؤنگا۔ اور اس سفر میں غالباً دو ماہ کا عرصہ مجھے لگ جائیگا۔

میں نے اپنی غیر حاضری میں الحکم کو جاری رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ اور انشاء اللہ الحکم اس غیر حاضری میں بھی آپ کو ملتا رہے گا۔ مگر جو چیز مجھے پریشان کر رہی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ

اگر آمد نہ ہوئی تو پھر کام رک جائے گا۔

اس لئے میں نے تمام واقعات کو کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ تا آپ کو معلوم ہو سکے کہ

کن حالات میں اور کس قسم کی قربانی کے ساتھ

"الحکم" آپ کے ہاتھوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ اور "الحکم" کو زندہ رکھنے کے لئے کس قسم کی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ کیوں؟

اسلئے کہ

الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عصرِ مبارک کی یادگار ہے۔

پس

آپ بھی اپنے فرض کو شناخت کریں۔ اور میری غیر حاضری میں

اپنے اپنے بقائے صاف فرما کر منتظمین کا ہاتھ مضبوط فرماویں

مجھے امید ہے۔ کہ میری یہ دردمندانہ پکار ضائع نہ جائیگی۔

درخواست دعا

نیز میں ان احباب سے جو الحکم سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے لئے ہمیشہ دعا فرماتے رہیں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ مجھے جلد صحت عطا فرمائے۔ تاکہ میں تندرست ہو کر پھر ان کی خدمت کے قابل ہو سکوں۔

شکریہ

میری بیماری میں اکثر احباب کا میرے ساتھ ہمدردانہ رویہ رہا ہے۔ میں ان سب کا شکرگذار ہوں۔ خصوصاً محترمی جناب مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنؤ کا جو فرطِ محبت میں اسقدر بے تاب ہو گئے۔ کہ ایک خط میں مجھے لکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ میری عمر میں سے حصہ لے کر تمہاری عمر میں جوڑ دے۔

اللہ تعالےٰ ان کی عمر میں برکت دے اور اپنے فضل سے مجھے بھی صحت و عافیت دے۔

میں ایسے سب احباب کا شکرگذار ہوں۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاکسار

محمود احمد عرفانی

بطلِ پنجاب مہتہ عبد الخالق

میں اپنی جماعت کے ایک نونہال نوجوان مہتہ عبد الخالق صاحب کا ذکر "الحکم" میں کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ مہتہ عبد الخالق صاحب، حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور لاہور فورمن کرسچن کالج میں بی۔ اے کے طالب علم ہیں۔

آپ نے پنجاب سائیکلنگ ریسز میں چمپئن شپ یعنی بطولت عامہ حاصل کی ہے۔

یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہ پنجاب کی بطولت عامہ ایک احمدی نوجوان کے حصہ میں آئی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے۔ کہ ہمارے نوجوان ہر لائین میں نمایاں ترقی حاصل کریں۔ اور بارہا آپ نے ایسا اظہار فرمایا۔ کہ کچھ نوجوان سائیکلوں پر ٹور کے لئے نکلیں۔ مگر ابھی تک نوجوانوں میں اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ مہتہ عبد الخالق پہلے نوجوان ہیں جنہوں نے پنجاب سائیکلنگ کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ اور اب آپ یہ ارادہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ بعض ممالک شرقیہ میں جا کر سائیکل ریس کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ بہت جلد آپ عراق، عرب، شام، فلسطین، مصر، جاپان وغیرہ ممالک کی طرف جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزم اور ارادے میں برکت دے۔ ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ جہاں جہاں جائیں۔ اُن کی ہر طرح عزت افزائی فرمائیں۔ اور اُن کا شاندار استقبال کریں۔

قادیان ٹورنمنٹ میں شاندار کامیابی

مہتہ صاحب نے قادیان کے ٹورنمنٹ میں ۲۷ر جون ۱۹۳۸ء کو ایک دوڑ میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ یہ دوڑ ۲½ کی تھی۔ بارش ہو چکنے کی وجہ سے زمین سخت گیلی تھی۔ دوڑنے والے جب نصف چکر کے قریب کر چکے تھے۔ اس وقت انہوں نے دوڑ شروع کی۔ اور دو چکروں کے بعد سب سے آگے نکل گئے۔ اور تین چکر زیادہ کر لئے۔ اور یہ ریس صرف نو منٹ میں ختم کر کے شاندار فتح حاصل کر لی۔ اس شاندار کامیابی پر ہم مہتہ صاحب اور اُن کے والد بزرگوار کی خدمت میں

—— مبارکباد ——

پیش کرتے ہیں۔

احمدی احباب کو ایک شاندار خوشخبری

نادر موقعہ

احباب کی ایک اہم ضرورت اور سہولت کیلئے میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جملہ اخبارات و رسائل جو آج تک شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً بدر۔ الحکم۔ الفضل۔ فاروق۔ نور۔ ریویو اردو و انگریزی مصباح تشحیذ۔ سن رائز وغیرہ جن دوستوں کے پاس فالتو ہوں۔ جن کو کہ وہ اپنے کسی کام نہ لا سکتے ہوں یا خراب ہو رہے ہوں۔ یا ضیاعت دیمک ہو رہے ہوں۔ براہ نوازش قومی فائدہ اور ثواب کی خاطر مجھے عطا فرما دیں۔ اسی طرح جو دوست ان کو بصورت فائل مکمل رکھنے کے شوقین ہوں۔ اور بوجہ کمی پرچہ جات اور عدم فرصتی کے مکمل نہ کر سکتے ہوں۔ وہ مجھ سے مفت مکمل کرائیں۔ اس طرح باہمی تعاون سے یہ بہت بڑا روحانی خزانہ بالکل محفوظ ہو جائیگا۔ جو ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے موجب خیر و برکت ہو گا۔ ۴۴

"سیرت المہدی کا ایک ورق"

(جناب حافظ محمد حیات صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس حافظ آباد کی قلم سے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

سفر میں جہاں تک میرا حافظہ مدد کر سکتا ہے،

دوسری صبح حضورؑ نے قادیان واپس جانا تھا۔ کہ اکثر دوستوں اور دیگر مذاہب والوں نے تحریک کی کہ آپ کا ایک لیکچر سیالکوٹ ہو جاوے۔ حضورؑ والا نے باوجودیکہ طبیعت ناساز ہے، اور سفر کی ہے۔ درخواست کو منظور فرمالیا۔ ایک دن وقفہ کے تاریخ مقرر ہوگئی۔ جموں، سیالکوٹ چھاونی، وزیرآباد، لاہور گجرات اطلاع ہوگئی۔ چونکہ لیکچر کی وجہ سے مخالفت کا بازار زیادہ گرم سے گرما گرم ہوگیا۔ مولوی صاحبان بازاروں و چوک ہائے و مسجدوں کے اندر جھاڑیں دینے لگ گئے۔ اسلئے لیکچر کا انتظام اسی محلہ میں ایک جگہ کیا گیا۔ میرا بھی اس میں دخل تھا۔ کہ زیادہ انتظام پولیس کو نہ کرنا پڑیگا۔ میں نے اپنے افسر سردار گوردت سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس شہر سیالکوٹ سے عرض کر دیا۔ کہ زیادہ کسی انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے محلہ میں جلسہ گاہ بنایا گیا ہے۔ مخالفین کا وہاں دخل نہ ہوگا۔ دوسرے دن پھر میں حاضر ہوا۔ کہ انتظام وغیرہ مناسب دیکھ لوں۔ حضور علیہ السلام کی نسبت دریافت پر معلوم ہوا۔ کہ بالاخانہ کے سقف پر لیکچر تحریر فرما رہے ہیں۔ تنہا آپ ہیں۔ کسی کو جانے کی نسبت حکیم صاحب نے منع کیا ہوا ہے۔ ملاقاتی لوگ واپس جا رہے ہیں۔ اگرچہ خلاف ورزی حکم حکیم حسام الدین صاحب تھی۔ نیز ان کی طبیعت بھی غصہ والی تھی۔ سب گھر والے و دوست آشنا ان سے ڈرتے تھے۔ مگر میرے دل میں یہ ایک عشق تھا۔ کہ دیکھوں حضرت صاحب کس طرح مصروف ہیں۔ حکیم صاحب نے اگر دیکھ لیا۔ یا کسی نے بتا دیا۔ تو اُن کے خفا ہوتے جلدی جلدی نکل جاؤنگا۔ یہ بھی ممکن تھا۔ کہ مجھے وردی میں ملبوس دیکھ کر حکیم صاحب معاف کر دیں گے۔ یہی بات دل میں ٹھان کر زینہ کے راستہ کوٹھے پر چلا گیا۔ اور آخری دروازہ کی اوٹ میں خاموشی سے کھڑا ہوگیا۔

میں حلفیہ بیان کیساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ سقف مکان کے اوپر چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے شہ نشین تھے۔ اور اُن کے اندر بڑی بڑی چار دواتیں سیاہی کی ہر شہ نشین پر ایک ایک رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں لوہے کا قلم تھا۔ سر پر چھوٹی سی اُونی ٹوپی جو دستار مبارک میں رکھتے تھے پہنی ہوئی تھی۔ اور جلدی جلدی چلتے جاتے تھے۔ اور دوات کا ڈوبہ ایک جگہ سے لیکر پھر دوسری جگہ کو لیتے تھے۔ اور کاغذات لکھ لکھ کر لپیٹتے جاتے تھے۔ جب سارا ورق لکھا جاتا تھا۔ تو نیچے زمین پر پھینک دیتے تھے۔ اکثر جگہ پر یہ کاغذ پڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک لڑکا جوان عمر کا آیا۔ اور جلدی میں سب کاغذات لیکر چلا گیا۔ میں نے آہستہ آہستہ اس سے پوچھا تم کیا کرو گے۔ اُس نے کہا کہ میں کاپی نویس ہوں، اور میری مدد پر دو چار آدمی نیچے بیٹھے ہیں۔ کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ خدا کا جری چلتے چلتے لکھتا جاتا ہے۔ اور کاغذات کے انبار پھر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا کاپی نویس آیا اور وہ لے گیا۔ سلطان القلم کا نقشہ میرے سامنے آگیا۔

دوستو! آپ بھی منشی ہیں، میں بھی نوشت خواند کے کام میں محکمہ پولیس میں مشہور تھا۔ مگر ایک خط کسی دوست کو یا کوئی سرکاری رپورٹ لکھنی ہو۔ تو کس قدر محنت و میز کرسی یا تکیہ غالیچہ کے فرش پر بیٹھ کر لکھتے ہیں۔ ان ایام میں مَیں نے کوشش کی۔ کہ ایک کارڈ چلتے چلتے لکھوں۔ مگر لکھ نہ سکا۔

انجام کار لیکچر تیار ہوگیا۔ اور چھاپہ خانہ چلا گیا۔ جلسہ گاہ مکمل ہے۔ کہ حضورؑ کو کسی شخص نے چٹھی لکھی یا کسی نے زبانی ذکر کیا ہو یک لخت حکم صادر ہوا۔ کہ ہمارا لیکچر باہر کھلے میدان یا کھلی جگہ میں ہونا چاہیئے۔ یہ محلہ والی جگہ لوگ پسند نہیں کرتے ہیں۔ بانیان جلسہ کے لئے یہ کس قدر مشکل بات تھی۔ سب حیران رہ گئے۔ کہ کیا کیا جاوے۔ حکیم صاحب کے والد میر حامد شاہ صاحب و چوہدری محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر والد مولوی عبدالکریم صاحب و ڈاکٹر اقبال کے والد و بھائی سب ہوشیار آدمی تھے۔ یہ مجھے علم نہیں کہ کس طرح فوراً خبر مشہور ہوگئی۔ کہ لیکچر سرائے مہاراجہ جموں و کشمیر میں جو ریلوے اسٹیشن سیالکوٹ کے قریب ہی ہوگا۔ سرائے کا انتظام ہو گیا ہے۔ کیونکہ بلحاظ مذہبی تعصب کے کسی جگہ کے ملنے کی امید نہ تھی۔ پھر کیا تھا شہر سیالکوٹ ایک کارزار بن گیا۔ آبادی شہر سے لیکر سرائے تک مولوی صاحبان کے اڈے علیحدہ علیحدہ سائبانوں کے نیچے لگ گئے۔ میں غلطی نہ کر جاؤں۔ دیر کا معاملہ ہے۔ ایک اڈہ مولوی ابراہیم کا، ایک پیر جماعت علی شاہ کا اور دو چار اور اڈے تھے۔ بڑے بڑے سائن بورڈ لگائے گئے۔ کہ کوئی مسلمان مرزا صاحب کے لیکچر میں نہ جاوے۔ شہر سیالکوٹ کے وسط میں ایک مسجد دو دروازہ والی کہلاتی ہے۔ وہاں پر ایک جم غفیر موجود تھا۔ راہ گذرنے والوں کو سخت تکلیف تھی۔ بدزبانی کی جاتی تھی۔ پولیس کو بھی اب انتظام کی فکر ہوگئی۔ چنانچہ سرائے کے اندر عین جلسہ گاہ میں مسٹر بٹنی صاحب بہادر پولیس افسر و شہزادہ محمد یوسف خانصاحب مجسٹریٹ درجہ اول کی کرسی لگ گئی۔ پولیس کا انتظام خاطر خواہ تھا۔ سردار گوردت سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس ایک مشہور سراغرساں افسر تھے۔ شہری زندگی سے کچھ بے خبر تھے۔ میں نے ان کو ہر طرح سے تسلی دی۔ کہ آپ ذرا بھر فکر نہ کریں۔ مرزا صاحب کا الہام ہے۔ کہ دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ اور یہ بڑھے گا پھولے پھلے گا۔ دشمن منہ کی کھائیگا۔ چنانچہ خدا کا جری شاہانہ سواری اور جلوس کے ساتھ روانہ ہوا۔ میں دوستوں کے ساتھ جلوس کے ہمراہ تھا۔ ڈاکٹر اقبال صاحب کے والد کی دوکان کے پاس اچانک میرے دل میں یہ بات آگئی۔ کہ حضرت صاحب کی بند گاڑی کے آگے بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں آگے بیٹھ گیا۔ جلوس خدا کے فضل سے خیر و عافیت کے ساتھ سرائے میں پہنچ گیا معلوم ہوا۔ کہ حافظ سلطان امام مسجد نے اپنے شاگردوں کے جھولیوں میں راکھ کوڑا کرکٹ ڈال رکھا تھا۔ کہ حضرت صاحب پر یہ راکھ پھینکی جاوے۔ انہوں نے یہ حرکت بد کی۔ مگر آخیر پر وہ اُن کے اپنے آدمیوں کے سر پر پڑی۔ میں ابھی ذکر کرونگا۔ کہ حافظ سلطان و حکیم نبی بخش کون شخص تھے۔ اور ان کا کیا انجام ہوا۔

سرائے کا جب بڑا دروازہ کھلا۔ تو بکثرت لوگ داخل ہوگئے۔ اور جلسہ گاہ میں پہلے تمام جگہ، کرسی، بنچ شرفاء و رؤسا وغیرہ سے پُر ہوگئے تھے۔ مگر مولوی صاحبان کے اڈہ والے لوگ بھی دوڑ دوڑ کر سرائے کے اندر آگئے۔ اور شامل جلسہ ہوئے۔ مولوی صاحبان دیکھتے رہ گئے۔ اور اکیلے میز کرسی پر ہاتھ بجاتے رہے۔

لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جس طریق سے پڑھا۔ وہ دوست جانتے ہیں۔ جو وہاں موجود تھے یا جنہوں نے لیکچر سنے ہوئے تھے۔ ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عداوت کا بازار گرم تو پہلے ہی سے تھا۔ مگر جب لیکچر میں یہ پڑھا گیا۔ کہ میں مسیح ہوں۔ مہدی ہوں اور ہندو حضرات کے لئے کرشن ہوں۔ اس موقع پر میں نے دیکھا۔ کہ شہزادہ محمد یوسف خانصاحب کمشنر چوکنے ہوگئے۔ اور اِدھر اُدھر گھورنے لگے۔ مسٹر بٹنی بھی ہوشیار ہوئے۔ مگر خدا کے جری کو ایک ذرہ بھر پرواہ نہیں۔ حکام کا خیال تھا۔ کہ مسلمان تو پہلے ہی سے دشمن تھے۔ آج ہندو آریوں کے ساتھ بھی زیادہ بغض و عداوت کا بیج بویا گیا ہے۔

غرضیکہ یہ لیکچر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ دعا کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا۔ سامعین خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں سب بشاش نظر آتے تھے۔ مولوی صاحب جھوٹی دفلی بجاتے رہ گئے۔ حافظ سلطان امام مسجد نے یہ حرکت کی کہ وہ کوڑہ کرکٹ راکھ حضرت صاحب پر ڈالنا چاہتا تھا۔ اور ۲۰، ۲۵ شاگرد کوٹھہ پر کھڑے کئے ہوئے تھے۔ اور خود بھی شامل تھا۔ اُس کا بھائی حکیم نبی بخش کہتا تھا۔ کہ میں طاعون کا معالج ہوں۔ کسی قسم کا بخار ہو۔ فوراً طاعون دُور ہو جاتی ہے۔ اس لیکچر کے بعد اور اُن کی بدبختی اور بدباطنی کے اظہار کے نتیجہ کے طور پر یہ ہوا۔ کہ یہ سارا خاندان جو کئی اشخاص پر مشتمل تھا۔ یکے بعد دیگرے سب طاعون کا شکار ہوگئے۔ آج ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ حافظ سلطان اپنے آپ کو ایک تیس مار خاں سمجھتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں پر ان کو بڑا فخر تھا۔

یہ لیکچر مشہور سیالکوٹ لیکچر ہے۔ ۲؍ اس کی قیمت ہے احباب ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت احمد علیہ السلام صبح کو اکثر سیر کو جایا کرتے۔

یہ عاجز بھی اکثر مرتبہ سیر میں شامل رہا ہے۔ قادیان سے باہر ہائی سکول کی طرف سب ویرانہ تھا حضور تیز رفتاری سے چلتے تھے۔ اور تقریر فرماتے جاتے تھے۔ خدا بھلا کرے حضرت عرفانی صاحب کا کہ چلتے چلتے ہر ایک بات درج ڈائری کرتے۔ میرے پاس اخبار الحکم کے فائیل ابتداء سے مجلد ہیں۔ جب کبھی اخبار سے حضورؑ کی ڈائری یا شام کی نماز کے بعد دربار کے نوٹ پڑھتا ہوں۔ جو اپنے کان سے سنے تھے۔ جو حضرت عرفانی صاحب کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اس انسان کی اس قدر شان اور خدمات ہیں۔ کہ اُن کا اعتراف کرنا نہایت مشکل ہے

قادیان میں جب کبھی واپسی کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے اور اجازت لینے کا اتفاق ہوا ہے حضورؑ کی شفقت کیا بیان کی جائے۔ حضورؑ فرماتے۔ کہ آپ جلدی کیوں واپس جاتے ہیں؟ خاتمۂ رخصت کی سماعت فرما کر خاموش ہو جاتے۔ ایک دفعہ گرمی کے موسم میں اجازت لینے کیلئے گیا۔ تو حضورؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔ سارے کمرہ میں کتب ہائے بکھری پڑی ہیں۔ اور سادگی کا یہ عالم ہے۔ کہ آزاربند کے ساتھ ایک بڑا گچھا چابیوں کا لٹک رہا ہے۔ اور حضورؑ کاغذات اِدھر اُدھر کرتے جاتے ہیں۔ ایک ذرہ بھر خیال نہیں۔ رخصت ہوتے فراق میں رونا آتا تھا۔ مگر ادب کی وجہ سے ہمیشہ ضبط کیا جاتا۔

جب حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید مرحوم و مغفور قادیان سے روانہ ہوئے۔ خادم وہاں موجود تھا۔ حضورؑ اُن کو دُور تک رخصت فرمانے آئے۔ جب شہزادہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور آپ زیادہ تکلیف نہ کریں۔ موڑ کے قریب تک گئے تھے۔ حضرت صاحب نے ان کو چھاتی سے لگایا۔ اور شہزادہ صاحب اس قدر چیخ مار کر زور سے روئے کہ میں کیا عرض کروں۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فرطِ محبت میں رونا بھی عجیب قسم کا ہوتا ہے۔

خانصاحب فقیر محمد خان صاحب مرحوم مغفور

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

افسوس کہ میں آج ایک ایسے دوست کی یاد میں قلم اٹھانی چاہتا ہوں۔ کہ جس کی موت کا تصور کر کے میری روح کانپ جاتی ہے۔ اور میرے دلکو اختلاج ہونے لگتا ہے۔

میری مراد اس سے خانصاحب فقیر محمد خان مرحوم مغفور ہیں۔ میری مرحوم سے شناسائی مصر میں ہوئی۔ جبکہ آپ ۱۹۳۴ سنہ میں ولایت سے اپنے صاحبزادے کپٹن نثار احمد مرحوم سے ملکر تشریف لائے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیگم صاحبہ اور صاحبزادی بھی تھیں۔

مجھے آپ کے ساتھ کم و بیش تین ماہ کے قریب اکٹھے رہنے کا موقع ملا۔ اور اس طرح سے بہت ہی قریب سے آپ کو دیکھا۔ خانصاحب لنڈن سے آکر پہلے مصر کے ایک ہوٹل میں جسکا نام غالباً خدیویہ ہوٹل تھا ٹھہرے۔ اگرچہ مجھ سے بذریعہ خط لنڈن ہی سے شناسائی ہو چکی تھی۔ مگر خانصاحب نے یکبیک میرے مکان پر آجانا پسند نہ کیا۔ اور نہ ہی اسٹیشن پر پہنچنے اور استقبال کی تکلیف دی بلکہ قاہرہ اسٹیشن پر اتر کر ٹامس کُک کے گائیڈ کے ساتھ خدیویہ ہوٹل میں آگئے۔ ہوٹل پہنچکر سب سے پہلا یہ کام کیا۔ کہ میرے نام خط لکھا۔ کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ اور فلاں ہوٹل میں مقیم ہوں۔ آپ مجھے آکر ملیں۔ خط مجھے علی الصبح مل گیا۔ اور میں اسی وقت ان کو ملنے کے لئے ہوٹل میں چلا گیا۔ خانصاحب موصوف وہاں موجود نہ تھے۔ مگر انہوں نے ہوٹل کے منیجر کو ہدایت دی تھی۔ کہ ایک صاحب مجھے ملنے آئیں گے۔ اور جب آئیں تو ان کو ٹھہرانا۔ چنانچہ میں ہوٹل کے استقبال کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ کہ خانصاحب جلد ہی تشریف لے آئے۔ خوبصورت، اونچا، لمبا، نہایت موزوں جسم کا انسان انگریزی لباس میں ملبوس نہایت بے تکلفی سے میری طرف بڑھا۔ اور اس بے تکلفی کو دیکھ کر میں انہیں اور وہ مجھے یوں ملے، گویا برسوں کا تعلق ہے۔ بس پہلی ہی نظر اور پہلی ہی ملاقات نے خانصاحب کی بے تکلفی اور محبت نے مجھ پر غیر معمولی اثر کیا۔

مہمان نوازی

خانصاحب ایک، ایسے صوبہ کے فرزند تھے۔ جو مہمان نوازی کیلئے مشہور ہے۔ اور پھر ایک ایسے خاندان کے نونہال تھے جو شاہانِ درّانی کی نسل سے ہونیکی وجہ سے نہایت ممتاز اور اپنے علاقہ میں بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان کے اخلاق کا پایہ بلند ہونا یقینی تھا۔ خانصاحب نے اُسی وقت ہوٹل کے ویٹر کو بلایا۔ اور مکمل چائے جسمیں کیک، بسکٹ وغیرہ شامل تھے منگوائی۔ باوجود اس کے کہ میں نے انکار کیا اور بہت زور دیا۔ مگر خانصاحب کی غیرت نے پسند نہ کیا۔ کہ انکو ملنے والا شخص بغیر کچھ کھائے پیئے کے رخصت ہو۔ مجھے اپنے زمانہ قیام مصر میں بڑے بڑے لوگوں کو ملنے کا موقعہ ہی ملا مگر علی العموم سفر کی حالت میں بہت کم لوگ اس قسم کی مہمان نوازی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

الغرض خانصاحب کی اس فیاضی نے مجھے اسی وقت بتلا دیا۔ کہ وہ کس قدر فیاض طبیعت کا انسان ہے۔ چاء وغیرہ پینے کے بعد میں خانصاحب کو اپنے مکان پر لایا اور ان کو ہوٹل سے اٹھ آنے کی تحریک کی۔ میرے پاس مکان کافی کھلا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا۔ کہ جلد خانصاحب کے لئے ایک مکان تلاش کر لیا جائیگا۔ جب تک مکان نہ ملے وہ میرے مکان کے ایک حصہ میں ایک دو دن قیام فرمائیں۔

میرے مکان میں پہلی رات

خانصاحب کی بیگم صاحبہ اور صاحبزادی کیلئے ایک کمرے میں انتظام کیا۔ کمرہ کے ساتھ ایک کھلا صالون تھا۔ خانصاحب نے اُس میں اپنا بستر لگا لیا۔ میری لائبریری میں سے براہین احمدیہ لے لی۔ اور اس کو پڑھنے بیٹھ گئے۔ مَیں اپنے کمرہ میں سے رات کے مختلف حصّوں میں بیدار ہوکر یہ محسوس کرتا۔ کہ خانصاحب جاگ رہے ہیں۔ بجلی جل رہی ہے۔ اور اُن کی نظریں براہین احمدیہ پر جمی ہوئی ہیں اور وہ نہ تھکنے والے عزم سے اُسے پڑھ رہے ہیں۔ رات کے گھنٹے ایک ایک کر کے گذر گئے۔ اور اس بہادر انسان نے ایک پیاسے انسان کی طرح اس آبِ خوشگوار کو جو منہ لگایا۔ تو جب تک برسوں کی تشنگی نہ بجھا لی اُسے نہ چھوڑا۔

صبح ہوئی ہم نے ملکر نماز پڑھی۔ نماز کے بعد چائے پینے بیٹھے۔ تو میں نے کہا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سوئے نہیں۔ کہنے لگے۔ سونا کیا تھا ہم کو تو معلوم ہی نہ تھا۔ کہ مرزا کہتا کیا ہے۔ کبھی اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ اَب جبکہ اپنے سرہانے کتابوں کی الماری دیکھی۔ اور آپ سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ اور آپ نے بتلایا۔ کہ سلسلہ کی کتابیں ہیں۔ تو مجھے خیال ہوا۔ کہ چند منٹ براہین احمدیہ دیکھونگا پھر سو جاؤنگا۔ مگر جب میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ تو وہ ایک ایسا سمندر تھا۔ کہ میری نیند اُڑ گئی۔ اور میں اُسے چھوڑ نہیں سکا۔ اور ساری رات پڑھتا رہا میں حیران ہوں۔ کہ کیا خزانہ اس کے اندر بھرا ہوا ہے۔ مجھے

اب یہ یقین ہو گیا ہے۔ یہ علوم انسان کے اپنے کسب شدہ نہیں اس طرح دیر تک اس سلسلہ میں باتیں ہوتی رہیں۔ مگر میرا دل اس اثر سے شدید متاثر تھا۔ کہ یہ شخص اپنے اندر جلد ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کریگا۔

دوسرے دن صبح اگرچہ میرا خیال تھا۔ کہ خانصاحب رات جاگنے کی وجہ سے کوفت محسوس کریں گے۔ مگر وہ اس دن بہت زیادہ تازگی محسوس کرتے رہے۔ غالباً دوسرے ہی دن ہم نے شارع الذھر الجدید میں ایک خوبصورت مکان کرایہ پر لے لیا۔

مکان کی فراخی

خانصاحب نے مجھے مکان لینے کے لئے کہتے ہوئے فرمایا۔ کہ خدا نے ہم کو ہمیشہ بڑا مکان دیا ہے۔ اس لئے چھوٹا مکان نہ لیا جائے۔ چنانچہ کھلا ہوادار، روشن پانچ چھ بڑے کمروں پر مشتمل مکان لے لیا گیا۔ خانصاحب اس وسیع مکان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

دو تین روز میں ہماری یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ ہم کو خانصاحب کے بغیر اور خانصاحب کو ہمارے بغیر چین نہ پڑتا۔ وہ اکثر میرے پاس آتے۔ اور میں بھی دن میں ایک آدھ دفعہ وہاں جاتا۔

ایک ماہ کی تنخواہ

ایک دن میں نے خانصاحب سے کہا۔ کہ خانصاحب آپ کو معلوم ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس سال ہر ایک احمدی سے ایک ماہ کی آمدنی کا بطور چندہ خاص مطالبہ کیا ہے۔ کیا آپ نے اس مطالبہ کی تعمیل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ لنڈن میں میرے کان میں ایسی بھنک پڑی تھی۔ مگر پھر میرے ذہن سے بھی یہ خیال نکل گیا۔ اور نہ میں نے تحریک کے اصل الفاظ پڑھے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں الفضل کا وہ پرچہ نکال کر لے آؤنگا۔ آپ پڑھ لیں، فرمانے لگے کہ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ تلاش کر کے مجھے دیدیں۔ میں اس کو آج ہی پڑھ لونگا۔ غالباً شام کا وقت تھا۔ خانصاحب اسی وقت میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میرے مکان پر آئے میں نے "الفضل" کا پرچہ تلاش کر کے اُن کو دیدیا۔ جو خانصاحب اپنے ساتھ لے گئے۔ رات انہوں نے وہ پرچہ پڑھا۔ صبح ہی خانصاحب میرے پاس تشریف لائے میں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ انہوں نے پرچہ پڑھ لیا ہوگا۔ میں نے فوراً پوچھا۔ پرچہ پڑھا ہے؟ کہنے لگے

اس لئے تو آیا ہوں

میں نے عرض کی کہ کیا رائے ہے؟ فرمایا۔ کہ رائے کیا ہو (حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ شخص کسی کے بولنے کی تو گنجائش رہنے ہی نہیں دیتا۔ اس کے کلام میں جادو ہے۔ وہ دل پر خود بخود اثر کرتا جاتا ہے۔ جب کسی مضمون کو بیان کرنے لگتا ہے۔ تو اس مضمون کو جو دماغ کے کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھا ہوتا ہے۔ اس طرح پردوں سے نکالکر باہر لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح بے نقاب کرتا ہے کہ اندھوں کو بھی نظر آنے لگتا ہے۔ اور بے وقوف سے بیوقوف بھی سمجھنے لگتا ہے۔

(خانصاحب ہمیشہ مقام محبت میں حضرت امیر المومنین کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اس لئے عام طور پر القاب و آداب سے مجرد ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سرشارِ محبت ہیں۔)

دیر تک اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ جو حضور کی ذات سے محبت کی تھیں۔ اور پھر قلم دوات اور کاغذ لے کر حساب لگانے لگے۔ بارہ سو اور کتنے روپے بنے۔ کہنے لگے کہ میں تین بجے روپیہ لے آؤنگا۔ پھر چل کر بیمہ کر دیں گے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر رقم لے آئے۔ اور مجھے ساتھ لے کر ایک ڈاکخانہ میں جو اُن کے مکان سے قریب تھا۔ وہاں گئے۔ اور وہاں ایک خط کے ساتھ اس رقم کا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے نام بیمہ کر دیا۔

جس وقت یہ بیمہ کیا گیا تھا۔ اس وقت وہ مقررہ مدت گذر چکی تھی۔ مگر فقیر محمد خان تو یہ یقین کرتا تھا۔ کہ میں پیچھے آیا ہوں اور مجھے بہت سی کمی پوری کرنی ہے۔ اس لئے وہ دین کے معاملات میں بہانہ سازی کو تلاش کرنا گناہ خیال کرتا تھا۔

اُن کی مصروفیتیں

وہ لوگ جن کو خدا نے روپیہ دیا ہے۔ وہ مصر میں لنڈن امریکہ، چین، جاپان وغیرہ دنیا کے کناروں سے کھچے چلے آتے ہیں۔ اور ان کی غرض سیر و سیاحت، تفریح اور ایک قسم کا تعیش ہوتا ہے۔ مگر فقیر محمد خاں کی زندگی بالکل بدل چکی تھی۔ اور وہ اپنا سابقہ چولا بدل چکا تھا۔ اُسے اس مسرفانہ زندگی کی کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔ وہ ہر روز مجھ سے کتابیں لے جاتا۔ اور جلد ہی پڑھ کر لے آتا۔ عرفان الٰہی۔ ذکر الٰہی۔ ملائکۃ اللہ وغیرہ وغیرہ کتابیں پڑھتے اور ختم کرنے کے بعد ایک محویت کے ساتھ کہتے کہ

یہ باتیں جو یہ لکھتا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسی سرچشمہ سے نکلی ہوئی ہیں جس سے حضرت مسیح موعود کا کلام نکلا ہے۔

احمدیوں سے محبت

مصر کے احمدی جب اُن کے گرد جمع ہوتے۔ تو اُن کو بڑی مسرت ہوتی۔ اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے۔ اور کہتے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا۔ کہ مصر میں مجھے ایسی سوسائٹی مل جائیگی۔ تو میں کبھی لنڈن میں اتنی دیر نہ ٹھہرتا۔ دو تین ماہ ٹھہر کر یہاں آجاتا۔ افسوس میں نے یونہی وقت ضائع کر دیا۔ اور جب کبھی کوئی احمدی اُن کو اپنے مکان پر مدعو کرتا۔ فوراً وہاں چلے جاتے۔ اور نہایت بے تکلفی کا برتاؤ کرتے۔ ہمارے جلسوں اور ہر قسم کی تقریبوں میں حصہ لیتے۔

قرآن کریم کا عربی ترجمہ و تفسیر

ہمارے ایک بھائی احمد حلمی آفندی جو بہت مخلص نوجوان ہیں۔ کو یہ شوق تھا۔ کہ قرآن کریم کے پارہ اوّل کا جو انگریزی ترجمہ اور تفسیر ہے۔ اُسے عربی میں کریں۔ چنانچہ انہوں نے خانصاحب کو کہا۔ کہ میں زیادہ انگریزی نہیں جانتا۔ آپ مہربانی کر کے مجھے وقت دیں۔ تاکہ ہم مل کر اس کا ترجمہ عربی میں کریں۔ چنانچہ خانصاحب احمد حلمی آفندی کے ساتھ گھنٹوں لگ کر اس کام میں مصروف رہتے۔ احمد حلمی آفندی جب یہ ترجمہ کر لیتے تو پھر اس کا عمدہ عربی میں ٹائپ کر کے اس کی تین کاپیاں کرتے ایک اپنے لئے اور ایک خانصاحب کیلئے اور ایک حضرت صاحب کے لئے۔

اُن کی فیاضی

خانصاحب کی زندگی کے متعدد پہلو میرے سامنے سے گذرے۔ اور میں نے اُن کو بغور دیکھا۔ ان واقعات کو کسی خاص ترتیب سے نہیں۔ بلکہ جیسے جیسے یاد آرہے ہیں قلمبند کر رہا ہوں۔ گذشتہ واقعات میں میں نے بتلایا ہے۔ کہ کس طرح انہوں نے اپنے آپ کو ایک جدید انسان کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا۔ وہ بالکل اس دنیا سے بیزار ہو گئے تھے۔ اور ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اُن کو دیکھا۔ کہ وہ بڑے فیاض واقعہ ہوئے تھے چنانچہ اُن کے کرم سخا کے چند واقعات یہاں درج کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

(۱)

ایک بیوہ عورت جو ایک عدنی عرب کی بیوی تھی۔ وہ اپنے خاوند کے آخری ایام زندگی میں برٹش کونسل کے ذریعہ میرے پاس کچھ مدد حاصل کرنے کیلئے آئی۔ کیونکہ اس وقت تک عدنی ہندوستانی خیال کئے جاتے تھے۔ اس خیال سے برٹش کونسل نے اس عورت کو میرے پاس اپنی سفارش سے بھیجا کہ میں اس کے بیمار خاوند اور کنبے کے لئے انجمن ہندیہ سے مدد دوں۔ جس کا میں سیکرٹری تھا۔ ہم اس خاندان کی مدد کرتے رہے۔ مگر اُس کا خاوند اس مرض سے بچ نہ سکا اب یہ بیوہ عورت اور اس کے یتیم بچے ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہو گئے۔ چنانچہ میں نے خانصاحب کو سارا قصہ سنا کر اُن کے پاس نوکر رکھا دیا۔ خانصاحب نے ڈیڑھ پونڈ ماہانہ پر میری سفارش کی اسے نوکر رکھ لیا۔ اور ساتھ ہی اُسے کہا۔ کہ اپنے بچوں کو یہاں لے آیا کر۔ وہ عورت اپنے بچے وہیں لے آتی۔ اُن سب کو کھانا پھل جائے اس کثرت سے ملتا۔ کہ اُن کو اپنے باپ کی زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ ایک آدھ ماہ کے بعد رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ خانصاحب نے اپنی بیوی اور بیٹی کو علم کئے بغیر روزانہ اس بیوہ عورت کو ایک رقم جو دو تین روپیہ کے قریب ہوتی دینی شروع کی۔ خانصاحب نے اس امر کا ذکر مجھ سے کبھی نہیں کیا۔ مگر وہ بیوہ عورت مجھے روزانہ تبلا دیتی۔ کہ آج مجھے یہ دیا ہے۔ اور یہ بھی کہتی۔ کہ ان کے گھر میں کسی کو علم نہیں

الغرض جب تک وہ رہے۔ انہوں نے اس بے کس اور کس مپرس کنبہ کی ایسی خبر گیری کی۔ کہ وہ اپنے باپ یا خاوند کی موت کا غم بھول گئے۔ اور جب خانصاحب روانہ ہوئے تو وہ بچے اور عورت سسکیاں لے کر رونے لگے۔ ×

× خانصاحب کے جانے کے بعد مجھے اس عورت سے معلوم ہوا۔ کہ اُن کو اُن کی تنخواہ کے علاوہ اس قلیل عرصہ میں تقریباً دو سو روپیہ سے زائد رقم بطور عطاء کے مرحمت فرما دی۔ اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہیں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ جاتے ہوئے گھر کے سامان کا ایک بڑا حصہ اس عورت کو بخش دیا۔ (باقی آئندہ)

فدک کیا ہے؟

(از قلم جناب مرزا کبیر الدین احمد صاحب احمدی، مہتمم کتب خانہ احمدیہ محلہ شیر گنج لکھنؤ)

جواب از کبیر احمدی

فدک ایک گاؤں کا نام تھا۔ جو مدینۃ الرسول سے تین منزل کی مسافت پر واقع تھا۔ اس میں ایک باغ تھا۔ جس کے ساتھ بعض قطعاتِ اراضی مزروعہ اور قابلِ کاشت بھی تھے۔ اور باغ فدک کی اضافت اسی گاؤں کی نسبت کے لحاظ سے پائی جاتی ہے۔ یعنی ایسا باغ جو فدک میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ باغ فدک مع قطعات اراضی بصورت فئے بلا کسی جنگ کے صرف رعب رسالت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا تھا۔ یہ باغ اور اراضی فرقہ یہود بنی نضیر کی مملوکہ تھیں۔ سورہ حشر میں آیت: ما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء۔ واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر٥ اسی غنیمت کے بیان میں نازل ہوئی اس کے مصرف کا بیان آیت ذیل میں ہے۔ ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ اھل القریٰ سے مراد بلحاظ قراء کے علاوہ باغ فدک وقطعات اراضی متعلقہ جن سے غلہ حاصل کیا جاتا تھا۔ اور بھی کئی گاؤں تھے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۲ کے صفحہ ۲۷ مطبوعہ لکھنؤ پر لکھا ہے۔ عن احمد بن محمد عن ابی الحسن الثانی علیہ السلام فقال لا انما کانت وقفا وکان رسول اللہ یاخذ الیہ منھا وینفق علی اضیافہ فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمۃ فیھا فشھد علی علیہ السلام وغیرہ انھا وقف علیٰ فاطمۃ علیھا السلام وھی الدلال[1] والعفاف[2] والحسنیٰ[3] والعیا فیہ[4] و مالام[5] ابراھیم والمبیت[6] والبرقہ[7]۔ یہ سات باغ بھی مدینہ کے یہود کے تھے۔ جو اُن کی جلاوطنی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ اور حضرت فاطمہؓ کو جو آنحضرت صلعم کی اولاد تھیں حضرت علیؓ کی شہادت سے وہ حضرت فاطمہؓ کے لئے وقف کی حیثیت میں دیئے گئے۔ اور جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو اس کے بعد حضرت عباسؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ تنازع کی صورت اختیار کی۔ کہ یہ سات باغ میراثِ رسولؐ ہیں۔ اُن کا وارث ہونے کے لحاظ سے میں بھی حقدار ہوں۔ تب حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ یہ میراث نہیں۔ بلکہ وقف علیٰ فاطمہؓ ہے۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک طرف اہل قریٰ کی یہ غنیمت فئے جو باغ فدک سے تعلق رکھتی ہے شیعہ اصحاب اسے میراث رسولؐ قرار دیکر حضرت فاطمہؓ کا جائز حق اسی میراث سے حاصل کرنے کیلئے انہیں مدعیہ کی حیثیت میں دکھاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُسی طرح کی غنیمت کو صرف حضرت علیؓ وغیرہ کی شہادت سے عباسؓ کے مقابل اس کے میراث ہونے سے انکار کرتے ہوئے اُسے وقف قرار دیتے ہیں۔ اور اگر حضرت ابوبکرؓ شہادت میں حدیث نبویؐ پیش کرنے سے اسے صدقہ قرار دے۔ تو حضرت فاطمہؓ اُسے میراث قرار دے کر حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ مقابلۃً اگر حضرت علیؓ کی شہادت قابلِ تسلیم ہے۔ تو ابوبکرؓ کی کیوں نہیں؟ جبکہ ابوبکرؓ حدیث نبویؐ نحن معشر الانبیاء لا نورث کل ترکنا صدقۃ کو پیش کرنے کے وقت دیکھتے نہیں۔ کہ حضرت فاطمہؓ اُس کی تردید یا تکذیب میں کچھ نہیں کہتیں۔ کہ یہ حدیث نہیں۔ اور بصورت عدم تکذیب وتردید حضرت فاطمہؓ کے قول کے بالمقابل جو وہ مطالبہ میراث کے لئے پیش کرتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ بحیثیت خلیفۂ رسولؐ ہونے کے رسول صلعم کے قول کو ترجیح دینے کا زیادہ مستحق ہیں۔ اور حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کی خاطر وہ رسول صلعم کے قول کو ترک نہیں کر سکتے۔ (کبیر)

حق الیقین مؤلفہ ملا باقر مجلسی کے صفحہ ۱۴۳ پر بزبان فارسی مرقوم وتسطیر ہے۔ کہ جب جناب سیدۃ النساء مطالبۂ فدک پر خطبہ پڑھ چکیں۔ تو حضرت خلیفہ اوّل (ابوبکر) رضی اللہ عنہ نے بہت سے مناقب جناب سیدۃ النساء کے بیان کئے۔ اور بہت سی معذرت کے بعد کہا: "واموال واحوال خود را از تو مضائقہ نمے کنم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی۔ وشجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے تواند کرد وحکم تو نافذاست در اموال من اما در اموال مسلماناں مخالفت گفتۂ پدر تو نمے توانم کرد"

شرح نہج البلاغت شارح میثم بحرانی مطبوعہ طہران صفحہ ۳۵ پر یوں مرقوم ہے:۔ انہ لما سمع کلامھا حمد اللہ واثنیٰ وصلّے علیٰ رسولہ ثم قال (ابوبکرؓ) یا خیر النساء وابنۃ خیر الانبیاء واللہ ما عددت امر رسول اللہ ولا عملت الا امرہ قد ملت فالطبعت وا غلظت نا معجہات نفر اللہ لنا ذالک اما بعد فقد دفعت الٰات رسول اللہ ودابتہ الی علی واما ما سوا ذالک فانی سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذھبا ولا فضۃ ولا کرما ولا عمارا ولا دارا ولکنا نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ و عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ وھبالی قال فمن یشتھد بذالک۔ فجاء علیؓ ابن ابی طالب وام ایمن فشھدا النابذالک فجاء عمر ابن الخطاب وعبد الرحمٰن بن عوف فشھدا ان رسول اللہ کان یقسمھا۔ فقال ابوبکر صدقت یا ابنۃ الرسول اللہ وصدق علی وصدق ام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمٰن وذالک ان لکِ ما لابیک کان رسول اللہ یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ ولکِ علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذالک واخذت العھد علیہ بہ وکان یاخذ غلتھا فید فع السم منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالک الی ان ولی معٰویۃ فاقطع مروان ثلثا بعد الحسن ثم خلصت لہ فی خلافتہ وند اولھا اولادہ الی ان انتھت الی عمر بن العزیز فردھا فی خلافتہ علی اولاد فاطمۃؓ۔ انتہی

شیعہ اصحاب کی روایات سے اس تنازعہ کی صورت کا مال اور انجام فَرَضِیْتُ کے لفظ سے ظاہر ہو گیا۔ کہ ابوبکرؓ صدیق جو باغ فدک کی آمد سے اہلبیت کے لئے سال بھر کا خرچ نکالکر باقی آمد کو آیت فئے کے دوسرے حصہ داروں پر تقسیم کر دیا کرتے۔ یہی وہ بات تھی جو آنحضرت صلعم کے طرز عمل کی صحیح تصویر تھی اور اس پر حضرت فاطمہؓ کا آخر روایت تذکرہ کی رُو سے راضی ثابت ہو جانا ابوبکرؓ صدیق کے فیصلہ کی حقیقت اور صداقت پیش کردہ کی عظیم الشان فتح ہے۔ کاش حضرت سیدہ پہلے سے ہی سمجھ کر اتفاق ظاہر کر تیں۔ اس روایت سے شیعہ اصحاب کے سارے شکوے اور شکائتیں اور نوحے جو حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق کرتے ہیں ان سب کی جڑھ ہی کٹ جاتی ہے۔

کتاب تہذیب جو شیعہ کی کتب حدیث یعنی اسفار اربعہ سے ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے گھر سے ضروریات خانگی کی تمام اشیاء اپنے گھر میں اٹھا لائیں تھیں۔

ابو داؤد جو صحاح ستہ اہل سنن سے ہے۔ اس میں یہ روایت لکھی ہے۔ کہ فدک کو جناب سیدہؓ نے آنحضرت صلعم سے مانگا تھا۔ لیکن رسول کریم صلعم نے انکار کر دیا تھا۔ اور اسی کی یہ وجہ تھی۔ کہ آیت فئے میں مستحقین حصص کی حق تلفی ہوتی تھی۔ اگر فدک کو حضرت سیدہؓ کو ہبہ کر دیا جاتا۔ تو دوسرے نص کے مفاد کے صریح خلاف ہوتا۔

حضرت عباسؓ نے حیطان سبعہ کے متعلق بعد وفات رسول صلعم جب مقدمہ پیش کیا۔ کہ مجھے ان سات دیہات کے مقبوضاتِ فاطمہؓ سے ورثہ دلایا جائے۔ تو حضرت علیؓ نے اُسے وقف علی فاطمہؓ قرار دے کر اس کی وراثت کی حیثیت کو باطل کر دیا۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ باغ فدک جو اسی قسم کی فئے سے ہے۔ اُسے بجائے

وقف کے ورثہ قرار دے کر اس کے مطالبہ پر زور دیا جاتا ہے حالانکہ آیت فئے سے اور دیگر مصارف معینہ سے صاف وقف کا ثبوت مل رہا ہے۔ نہ کہ میراث کا۔ اگر باغ فدک بطور ورثہ یا ہبہ حضرت سیدہ رضی حاصل کر لیتیں۔ تو اسی سے آیت فئے کو پڑھنے والے ہمیشہ تک اہل بیت کی قابل فخر خاتون صالحہ حضرت سیدہ رضی کو جائرات سے قرار دیتے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اصحاب ثلٰثہ کے زمانہ خلافت میں تو اس امر کی شکایت کا اظہار بار بار کیا جاتا ہے۔ کہ باغ فدک وراثۃً جو حضرت فاطمہ رضی اور اولاد فاطمہ کا حق تھا۔ اس سے حضرت فاطمہ کو بمع اُن کی اولاد کے محروم کر دیا گیا۔ لیکن حضرت علی کے زمانہ خلافت میں اسی ورثہ کی بازیابی میں کون امر مانع تھا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی رضی مقبول خود اس ورثہ کو روکنے کا باعث اپنے لشکر کا تشتت اور انشقاق اور تفرقہ تبلا رہے ہیں۔ نہ کہ کوئی اور امر۔ چنانچہ کافی کی کتب میں کتاب الروضہ کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

ثم اقبل (علی) بوجہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصۃ وشیعۃ فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ متعمدین لخلافۃ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللہ لتفرق عنی جندی۔ گویا کہ نعوذ باللہ اپنے لشکر کی جدائی بوجہ اپنے حکومت کی حرص شدید کے اس قدر آپ کے لئے ناگوار تھی۔ کہ وہ سب مظالم اور عہد شکنیاں اور سنت نبویہ میں تبدیلیاں جو پہلی خلافتوں میں پائی جاتی تھیں۔ ان سب کو آپ نے بحال رہنے دیا کہ کہیں ان کی اصلاح کی طرف لوگوں کو توجہ دلانے سے لوگ ناراض ہو کر آپ سے جدا نہ ہو جائیں۔ اسلئے آپ بمعہ اپنے لشکریوں کے ان سب برائیوں کے مرتکب رہے۔ اور طرفہ یہ کہ آپ اسی مقصد کی خاطر فدک کے متعلق اسی سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں۔ لو رددت فدک الی ورثۃ فاطمۃ رض .... اذًا لتفرقوا عنی۔ یعنی لوگوں کے تفرقہ خیال پر میں فاطمہ رض کے وارثوں کو فدک واپس نہیں کر سکتا حالانکہ مستحق وارثوں کو وراثت حقہ سے محروم کرنا صریح ظلم اور منافی عدل ہے خصال ابن بابویہ مطبوعہ طہران کے صفحہ ۳۹ پر یہ عبارت ہے۔ اتت فاطمۃ بنت رسول اللہ (صلعم) فی شکواہ الذی توفی فیہ فقالت یا رسول اللہ (صلعم) ھذان ابنان فالنما شیئا۔ قال اما الحسن فان لہ ھیبتی واما الحسین فان لہ جرأتی یعنی حضرت فاطمہ رض آنحضرت صلعم کی مرض الموت میں آپ کے حضور آئیں۔ اور حضرت حسنین کو پیش کر کے عرض کیا۔ کہ انہیں کچھ میراث عطا فرمائیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ حسن رض کو میری میراث سے ہیبت دی گئی۔ اور حسین رض کو میری جرأت۔ اگر فدک وغیرہ میراث بھی دے سکتے۔ تو اچھا موقعہ تھا۔ کہ نوازش فرما دیتے۔ اور اس کے لئے فدک کے متعلق کچھ اظہار کر دیا جاتا۔

فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۷ پر جناب سیدہ رض کے وصیت نامہ کا مضمون یہ ہے۔ کہ میرے بعد ان حیطان سبعہ پر جن کا نام دلال، عفاف، حسنے، صافیہ، مالام ابراہیم، بیت، برقہ ہے۔ علی رض قابض رہیں۔ اس کے بعد حسن رض، پھر حسین رض۔ پھر جو حسین رض کی اولاد میں بڑا ہو۔ مقداد اور زبیر کی اس پر گواہی ہے۔ حضرت علی رض کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے۔ جس کی نقل کافی میں موجود ہے لیکن حضرت سیدہ رض جو بقول شیعہ صاحبان حضرت ابوبکر رض سے وراثت کے مطالبہ میں حق بجانب سمجھی گئی اور آیت مواریث کی رو سے حق بجانب تھیں نے کیونکر اس وصیت نامہ میں حسن رض کی اولاد کو تو محروم قرار دیا گیا۔ اور حسین رض کی اولاد سے بڑے کے سوا دوسروں کو محروم اور لاوارث قرار دیا گیا۔ کیا یہ تقسیم شریعت محمدیہ اسلامیہ کی تعلیم کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

سلسلہ نمبر ۳ میں بروایت شیعہ اصحاب حضرت ابوبکر رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا:- ہم نبیوں کے گروہ سونے چاندی کے وارث نہیں بنائے جاتے۔ اور نہ ہی اراضی اور کھیتوں کے بلکہ ہمارا ورثہ جو ہمارے بعد پایا جاتا ہے۔ وہ ایمان وحکمت اور علم سنت ہے۔ حضرت ابوبکر رض کی اس مروی حدیث سے ما ترکناہ صدقۃ کا فقرہ بھی حل ہو گیا۔ اب ترکناہ صدقۃ کی بناء پر یہ سوال اٹھانا کہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر رض کے نزدیک باغ فدک ما ترکناہ صدقۃ کی حدیث کی رو سے صدقہ قرار پاتا ہے۔ جسے اولاد ہاشم یا کم از کم اہلبیت رسول صلعم کے لئے حرام قرار دیا گیا۔ تو ابوبکر رض اسے بصورت صدقہ حضرت فاطمہ رض کو دینا کیسے جائز سمجھتے تھے یہ صورت اوپر کے قول نبوی کی مغائر نہ رہی۔ اور نہ ہی حضرت ابوبکر رض پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔

نیز یہ بات کہ باغ فدک کی کیا حیثیت تھی۔ اور قرآن کریم نے اسے کیا قرار دیا؟ تو اس کا جواب صاف ہے۔ جو قرآن کریم سے مل سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ باغ فدک غنیمت فئے کی قسم ہے۔ جس کے حصص قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے جنہیں آنحضرت صلعم اپنے عہد حیات میں اور خلفاء اپنے اپنے عہد حیات میں مستحقین حصص کو ادا کرتے رہے۔ بس خدا کی کتاب عزیز سے جس مال اور رزق کو غنیمت فئے کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کا نام صدقہ رکھ کر ایک ایسی توجیہہ اور ناجائز توجیہہ پیدا کرنا جس سے ایک طرف حضرت ابوبکر رض پر اعتراض پڑے اور دوسری طرف اہل بیت رسول ص پر۔ کہ دونوں نے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد غنیمت فئے کے معین حصص کو ایک نے صدقہ قرار دیا اور دوسرے نے ورثہ حالانکہ وہ صدقہ ہے نہ ورثہ بلکہ غنیمت فئے ہے اور اپنی تقسیم حصص کے لحاظ سے اوقاف میں داخل ہے اور وقف جس پر بحکم الوقف لا یملک بصورت ورثہ وصدقہ کسی کی مملوکہ چیز نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص اس صورت میں کہ اس کی نوعیت مخصوص وجوہات سے مشروط کر دی گئی ہو۔ اگر باغ فدک جسے قرآن کریم غنیمت فئے کے نام سے نامزد کرتا ہے۔ اُسے ورثہ تسلیم کیا جائے تو اس ورثہ میں مستحقین حصص سے ہر ایک صنف اُن سے وارث قرار پائے گی۔ اور اُن میں سے کسی ایک کو بھی محروم کرنا مفاد نص کے منافی ہوگا۔ اور اس صورت میں جہاں حضرت فاطمہ رض کے اپنے حصہ کے لحاظ سے بعد وفات آنحضرت صلعم ورثہ پدری کا مطالبہ کرنے کا استحقاق رکھتی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا حصہ چھ حصوں سے چھٹا بنتا ہے۔ تو حضرت فاطمہ رض کا بجائے چھٹا حصہ کے دوسروں کے حصوں کو بھی ورثہ میں لینے کی کوشش کرنا خصوصًا اس صورت میں کہ غنیمت فئے کا اغنیاء میں تقسیم ہونا نص قرآنی کے صریح منافی ہے۔ اور حضرت فاطمہ رض سات گاؤں کے مقبوضات پر قابضہ ہوتے ہوئے اغنیاء میں شامل تھیں۔ برخلاف مفاد آیت فئے ان کا مطالبہ کسی طرح سے بھی جائز نہ تھا۔ اگر حضرت سیدہ آیت غنیمت فئے کی رو سے ⅙ حصہ کی وراثت کے استحقاق میں باقی پانچ حصوں پر قابض ہونے کا حق رکھتی تھیں۔ تو ولذی القربیٰ کے ماتحت امہات المومنین اور دیگر ورثاء جو ذی القربیٰ سے ہیں۔ اُن کے حقوق کو لینا۔ اور ان پر قبضہ کرنے کی تمنا بلکہ زوردار مطالبہ سے تنازع کی صورت پیدا کرنا کیا صریح غصب کی صورت نہیں۔ اور حضرت ابوبکر رض پر حضرت سیدہ کی ناراضگی جو فرضیت والی آیت سے باطل ثابت ہو چکی ہے۔ حضرت ابوبکر رض کو تو شیعہ کی روایات سے ہی بریت کا فائدہ دیگی۔ لیکن ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب عین الیقین کے صفحہ ۲۴۳ پر حضرت سیدہ رض کا جہاد جو حضرت علی رض کے حق میں صدور فرما ہوا۔ اور حضرت سیدہ کا وہ غضب اور غصہ جو حضرت علی رض کے حق میں ظاہر ہوا۔ اس کی تردید یا معافی یا رضاء کہیں سے ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ الفاظ ذیل "چوں بمنزل قرار گرفت خطابہائے درشت باسید اوصیا نمود۔ کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائنان درخانہ گریختہ .... کاش پیش ازیں ذلت وخوار مردہ بودم واسے برمن در ہر صبح وشامے محل اعتماد من مرد ومادر من ست شد (باقی دارد)

درخواست دعا

ہمارے محترم مکرم ڈاکٹر محمد شفیع صاحب وٹرنری اسسٹنٹ سرجن جتوئی مظفر گڑھ ایک عاشق سلسلہ اور فدایانہ روح رکھنے والے بزرگ ہیں۔ وہ کچھ عرصہ سے پیشاب اور درد گردہ کی تکلیف سے بیمار ہیں۔ یہ مرض ایک دورے کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ احباب اُن کے لئے ہمیشہ دعا صحت فرماتے رہیں۔

وصایا

نمبر ۶۰۲۸ ۔ منکہ عائشہ بلقیس زوجہ مولوی ابوالفتح محمد عبدالقادر مولوی فاضل ایم اے علیگ قوم قریشی عمر اندازاً ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء معہ والدین ساکن موضع پوربنی ضلع بھاگلپور صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

(۱) میری اسوقت کوئی آمدنی نہیں ہے لیکن جب بھی میری کوئی آمدنی ہوگی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) میرا مہر مبلغ دس ہزار روپیہ نقد جو بذمہ خاوند قابل ادا ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۳) میری اسوقت مندرجہ ذیل جائیداد بشراکت بی بی فاطمہ جمیلہ اہلیہ محمد ظریف ایم اے۔ بی۔ ایل جو ہم دونوں بہنوں کو بذریعہ ہبہ جناب والد صاحب سے ملی ہے۔ اور جس کے نصف حصہ کی میں مالک ہوں۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (الف) موازی آٹھ گنڈہ حقیت ملکیت موسومہ پٹی وفات النساء جسکا نمبر ۲۰۸ توزیع وجمعصدر مسلم محال کا مبلغ عہ مقرر ہے۔ واقع موضع پوربنی پرگنہ کہلگاؤں علاقہ تھانہ کوتوالی وسب رجسٹری ضلع بھاگلپور مع حق ہبہ قطعہ علم باغ موسومہ مالی باغ جس درختان آم وغیرہ وغیرہ واقع پٹی مذکور تھانہ ۲۵۵ کھوٹ ۱۹/۱۔ (ب) مکانات پکے پختہ جہت دار مشتمل بر چار کوٹھڑی وایک دالان وایک سائبان بجانب پچھم ودیگرے مشتمل بر دو کوٹھڑی وایک دالان وتین سائبان بجانب پورب ودیگرے گلی کاہ پوش مشتمل بریک کوٹھڑی وایک سائبان مع انگن وصحن وپاخانہ وکنواں واگواڑہ پچھواڑہ وجملہ لوازمات مکانات مذکور مع اراضی سکونتی جسپر مکان مذکور آراستہ ہے۔ واقع اراضی حقیت ملکیت موسومہ پٹی وفات النساء جسکا ۲۰۸ توزیع وجمعصدر مبلغ عہ مقرر ہے علاقہ پرگنہ کہلگاؤں تھانہ کوتوالی ضلع بھاگلپور واقع موضع پوربنی ضلع بھاگلپور۔ (ج) قطعہ مکانات چشتی کپڑہ پوش مشتملہ آٹھ کوٹھڑی وایک ہال کمرہ وسائبان مع انگن وصحن وپاخانہ وکنواں وغسلخانہ مع موازی تخمیناً چھ کٹھ اراضی جسپر مکان مذکور آراستہ ہے۔ واقع موضع سعدی طور پرگنہ مونگھیر عہ ۶۱۸۱ توزیع دعہ ۱۷۳/۱ سی لاخراج جاک سیکھو سنگھ اندرون حلقہ میونسپلٹی مونگھیر دروازہ نمبر ۸ جسکا میونسپلٹی ہولڈنگ عہ ۲۵۶ ہے۔ واضح رہے۔ کہ قیمت جائیداد مندرجہ الف، ب وج حسب دستاویز ہبہ نامہ مرقومہ تاریخ ۱۹ اگست ۱۹۳۰ء کو اندازاً نو ہزار کے تھی۔

(۴) جائیداد مندرجہ بالا کے علاوہ اور بھی جو جائیداد وفات کے وقت منقولہ وغیر منقولہ میری ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

الامتہ:۔ عائشہ بلقیس بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد احسان الحق والد موصیہ۔

گواہ شد:۔ ابوالفتح محمد عبدالقادر۔ گواہ شد: حکیم ابوالخیر محمد سعید سیکرٹری جماعت احمدیہ بھاگلپور

نمبر ۶۰۲۷ ۔ منکہ محمد اسمٰعیل قادیانی والد حافظ محمد ابراہیم صاحب مہاجر قوم راجپوت پیشہ وقف زندگی بعمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال ڈیرہ دون ڈاکخانہ خاص تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵ ربیع اوّل ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اسوقت میرا گذارہ پندرہ روپے ماہوار الاؤنس پر ہے جو کہ مجھے تحریک جدید کی طرف سے ملتے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین آمین یا رب العلمین

العبد:۔ محمد اسمٰعیل قادیانی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد احمد کارکن دفتر تحریک جدید

گواہ شد:۔ فضل احمد ٹیوٹر بورڈنگ مدینۃ دیان۔ گواہ شد:۔ عبدالمجید خان احمدی بقلم خود دیرہ دال

نمبر ۶۰۲۶ ۔ منکہ مہر النساء بیوہ سردار امام خان صاحب مرحوم قوم پٹھان عمر ۴۶ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۵ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے پاس -/375 روپے نقد ہیں۔ اس روپیہ میں میرا مہر مبلغ ۳۲ روپے بھی شامل ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے پاس زیور کوئی نہیں اور جائیداد کوئی نہیں۔ اگر میری وفات کے وقت میری کوئی جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔

الامتہ:۔ نشان انگوٹھا مہر النساء موصیہ شریف کا ٹیچ دارالرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ محمد صادق عفی عنہ

گواہ شد:۔ محمد احسن خان فرزند موصیہ۔

توہم پرستی اور ملیریا کا سائنس

(۲)

اگر قدیم طریقۂ علاج کے علم وعمل کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ایک وقت تھا۔ جب بیماریوں کا سبب یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ مریض پر جنوں یا بھوتوں کا تصرّف ہے۔ اسلئے اگر دیوتاؤں کے سامنے دعائیں اور قربانیاں کی جائیں۔ یا کوئی ایسا عامل منتر جنتر پڑھے جو اُن جنات کو اپنے قبضہ میں کرلے تو مریض صحت یاب ہوجاتا ہے۔

البتہ اس جادو ٹوٹکے کے طریق میں بعض مستثنیات بھی تھے۔ جراحی میں ابتداء سے ہی قدرے معقولیت برتی گئی ہے۔ جوڑ کے اکھڑنے، ہڈی کے ٹوٹنے یا زخم میں سے خون بہنے کے علت ومعلول اسقدر واضح ہیں۔ کہ اُن کا معقول علاج کرنا قریباً فطری تقاضاء ہے۔ لیکن یہاں بھی اور علی الخصوص خون بند کرنے کیلئے جھاڑ پھونک کی امداد لینا مفید سمجھا جاتا تھا۔

تاہم لوگوں کو اندرونی امراض کے اسباب ومعالجہ کے متعلق کوئی واقفیت نہیں تھی۔ وہ اسلیپئس کے مندریں اس بات کے منتظر رہتے۔ کہ دیوتا خواب میں اُن کو کوئی علاج بتادیگے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ "دیوتائی فرمودات" اکثر لایعنی ہوتے تھے۔ اور علاج کیا جاتا تھا۔ وہ بھی چند عملوں کے پڑھنے تک محدود ہوتا۔ اس لئے شاذ ہی کامیابی ہوتی تھی۔

سب سے خوفناک بیماری جس کا علاج ڈھونڈنے کی لوگ عبث کوشش کرتے رہے۔ ملیریا تھی۔ مختلف اطراف سے تجاویز اور آراء پیش کی جاتی تھیں۔ اگر فلاں چیز کا استعمال کیا جائے۔ تو شاید اس پُراسرار اور مہلک وبا کے مریض کو کچھ افاقہ ہو۔ مثلاً چند ایک علاج یہ تھے۔ امپیرک سکول والے کہتے تھے۔ کہ کچھوے کا خون یا مگرمچھ کی مینگنیاں استعمال کرنی چاہئیں۔ ڈیوس کوراٹڈز نے کچلی ہوئی لکڑی کی سفارش کی تھی۔ اور گیلن کہتا تھا۔ کہ اگر مریض کے گلے میں زمرّد لٹکا دیئے جائیں تو فائدہ ہوتا ہے۔

افسوس! کہ ملیریا کا مقابلہ کرنے کیلئے قدما دو سب سے بڑے ہتھیاروں سے ناواقف تھے۔

ہمارا مطلب **خوردبین اور کونین** سے ہے۔

ملیریا کے جدید علاج کی دریافت علم الحکمت کی سب سے بڑی فتح ہے

ایک مشہور مصنف لکھتا ہے:۔

"حکیم کو کام کرتے ہوئے دیکھنے والا یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ فنِ خوردبین کی داد دے جس کے ذریعہ سے شرخ خون میں سے ملیریا کے جراثیم دیکھے جاسکتے ہیں۔ یا اُن لوگوں کے صبر واستقلال کی تعریف کرے جنہوں نے **انسان اور مچھر** کے ساتھ ان جراثیم کے تعلقات کی تاریخ معلوم کرکے وہ وقت معیّن کیا ہے۔ جب کونین ان کی ہلاکت کیلئے عین مؤثر ثابت ہوسکتی ہے۔ ہر روز ڈاکٹر مریض کے خون کا ایک قطرہ خوردبین کے نیچے رکھ کر اس کا معائنہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ جراثیم ارتقا کے ایک ایسے مرحلہ پر پہنچ گیا ہے۔ کہ جہاں اُسے **کونین کے ذریعہ سے فی الفور ہلاک کیا جاسکتا ہے۔**"

اگر لیگ آف نیشنز کے ملیریا کمیشن کی سفارش کے مطابق مریض کو پانچ سات دن تک **۱۵ سے لیکر ۱۸ گرین تک روزانہ کونین کھلائی جائے۔ تو** اسے بہت جلد افاقہ ہوگا۔ مابعد العلاج کچھ نہیں دیا جاتا۔ لیکن بیماری کے عود کرآنے کی صورت میں بھی وہی علاج کیا جاتا ہے۔ جو انتہائی حملہ کے وقت کیا جاتا ہے۔

ملیریا کے انسداد کیلئے کمیشن کی یہ سفارش ہے۔ کہ ملیریا کے ایام میں ہر روز چھ گرین کونین استعمال کی جائے۔